مکاتیب

(۱)

مکرمی جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب

سلام ورحمت، مزاج شریف؟

جون کے شمارے میں میثاق جمہوریت کے حوالے سے آپ کا کلمہ حق نظر نواز ہوا۔ کلمہ حق واقعی کلمہ حق ہے۔ آپ نے جس حسن توازن سے اظہار فرمایا، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ پڑھنے کے لائق ہر تحریر کو پورے غور سے پڑھتا ہوں اور ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ اس میں سے کوئی بات لائق توجہ ہو تو قلم اٹھایا جائے۔ مدت سے حسرت تھی کہ آپ کی تحریر میں سے کوئی ایسی بات پکڑ لوں، ہمیشہ ہی ناکام رہا۔ آپ کی ہر تحریر نے پہلے سے زیادہ خراج لیا اور آپ کے لیے نیازمندی کے احساسات میں اضافے کا باعث ہوئی۔ زیر بحث تحریر سے بھی میرے احساسات تو وہی رہے مگر لکھنے کے لیے کچھ نہ کچھ راہ نکل آئی ہے۔

آپ نے جو کچھ بھی لکھا، درست اور سچ سچ لکھا۔ مگر ایک بات کو پس منظر میں رہنے دیا گیا جو میرے نقطہ نظر میں کھل کر سامنے آنا چاہیے تھی۔ شاید آپ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ بات جمہوری اقدار ہی کی کافی ہے۔ دیانت داری کی بات کرنے کا زمانہ ہی نہیں رہا۔ مگر جمہوری اقدار پر ہمارے قائدین جتنا ایمان اور عمل کر سکتے ہیں، اس پر تاریخ کی شہادت موجود ہے۔ ان سے آئندہ بھی کسی خیر کی توقع، پرلے درجے کی حماقت ہے۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا منشا بھی یہی ہے مگر مذکورہ جمہوری اقدار سے بھی زیادہ ضروری دیانت داری ہے۔ میثاق پر دستخط کرنے والے ''بہن'' اور ''بھائی'' نے ملک کو اپنی لوٹ کھسوٹ سے دیوالیہ پن سے دوچار کرنے میں کون سی کسر اٹھا رکھی تھی؟ ایک صاحب وزیر اعظم بنے اور ان کے والد محترم حقیقی حکمران اور چھوٹے بھائی، سب سے بڑے صوبے کے وزیر اعلیٰ۔ محترمہ وزیر اعظم بنیں تو ان کے شوہر، والدہ، سسر اور کئی رشتہ دار مرکزی کابینہ میں وزیر بنے۔ دنیا کے کسی جمہوری ملک میں اس طرح کا مظاہرہ دیکھنے میں نہیں آتا۔ بات دیانت داری کی تھی۔ یہ اولین قدر ہے۔ کسی مذہب، دین، جماعت اور نظریے سے پہلے دیکھا یہ جانا چاہیے کہ دیانتداری کا کوئی معیاری کردار موجود ہے۔ مسلمان تو دور کی بات ہے، جو دیانت دار کے کم سے کم معیار سے نیچے ہے، اس کا دین، مذہب، عقیدہ اور نظریہ محض منافقت اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ اقبال نے اسی لیے تو کہا تھا: 'چو می گویم مسلمانم بلرزم'۔

لیکن دیانت داری کا نام تک لینے کو بھی کوئی تیار نہیں۔ آپ نے بھی اس کا ذکر گول کر دیا ہے۔ سب کو یاد ہوگا کہ ''باجی'' اور ''باجے'' کے اس جوڑے سے تھوڑا عرصہ قبل، کم از کم ہماری صف اول کی (قومی) قیادت اس صفت سے مالا مال تھی۔ ۵۸ء سے پہلے کے کسی قائد، فیلڈ مارشل ایوب خان، آغا یحییٰ خان، خود ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق پر مالی بددیانتی کا

کوئی الزام نہیں لگا۔ ضیا کی شہادت پر تو اس کا اپنا مکان تک نہیں تھا۔ (چھوڑ دیجیے اس بات کو کہ ضیا کے فرزندان ارجمند نے کیا کچھ کیا، یہ حقیقت ہے کہ ان کے صاحبزادوں کو مرحوم کی شہادت سے پہلے کوئی جانتا تک نہ تھا) بھٹو صاحب کے بارے میں، میں کبھی مثبت رائے رکھنے پر قادر نہیں مگر ان پر کبھی کسی نے مالی بد دیانتی کا الزام نہیں رکھا۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ آج اس کم سے کم معیار پر پورا اترنے والا کوئی شخص کسی صف میں نظر نہیں آتا۔ آخر کہیں تو کوئی حد قائم کرنا پڑے گی۔

اوپر جس جوڑے کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے مابین طے پانے والے میثاق کو کیسے ایک میثاق جیسے مقدس لفظ اور ترکیب سے موسوم کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ دو دو 'باریوں' کے بعد بھی اعتبار دلوانے کی باتیں کرنے والے کتنے سادہ ہیں اور لوگوں کو کس قدر بے وقوف بنانے پر مشاق ہیں۔ بہر حال ان کے دفاع میں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے خلاف بد دیانتی کے الزامات ثابت نہیں ہوئے۔ میں یہ کہوں گا کہ ہم کسی پر کوئی تعزیر کا فیصلہ کرنے کے لیے عدالت جمائے ہوئے نہیں بیٹھے کہ کم سے کم عدالتی معیار کی شہادت کی ضرورت ہو۔ رائے عامہ کی عدالت میں شہرت عامہ کو بھی سیاست میں ایک مقام ملنا چاہیے۔ طاقت ور سیاسی نظاموں میں بڑی مضبوط روایات ہوتی ہیں۔ اس امر پر بہر صورت اجماع لازم ہے کہ بد دیانتی اور لوٹ مار کی شہرت عامہ کی زد میں آنے والوں کے لیے قیادت وسیادت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ آپ قوم کی جانب سے بہن اور بھائی کے اس جوڑے سے معافی کے طلب گار ہوتے۔ متحدہ مجلس عمل کے لوگوں سے بھی اپیل کی جاتی کہ وہ بھی آئندہ کے سمجھوتوں میں کم از کم اس جوڑے سے معافی ہی طلب کریں۔ ملکی معیشت اور وجود تک کو تباہ کرنے والوں کے ساتھ سمجھوتے کے امکانات کی جستجو کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے لیے گنجائش کی جستجو کرنے والے بہر حال اپنی دیانت وامانت کے بارے میں موجود امیج کو مشکوک بنائیں گے (بشرطیکہ ایسا امیج موجود ہو)۔

چوہدری محمد یوسف ایڈووکیٹ
گلی نمبر ا عابد جہانگیر کالونی گوجرانوالہ

(۲)

محترم جناب ابو عمار زاہد الراشدی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافی عرصہ پہلے آپ کے مجلّے میں آپ کا نام پڑھ کر میں نے ایک خط کے ذریعہ دریافت کیا تھا کہ کیا آپ وہی زاہد الراشدی صاحب ہیں جو تقسیم سے قبل اور اس کے بعد بھی جماعت اسلامی کے ایک نوجوان عالم کا رکن ہوتے تھے۔ آپ کا جواب نفی میں آیا تھا۔ بہر حال کچھ ماہ سے 'الشریعہ' میں آپ کے افکار پڑھتا رہا۔

فروری کا شمارہ جو مجھے بہت دیر سے ملا، یعنی ابھی مئی میں چند روز قبل، تو اس میں شیخ ابو زہرہ کی کتاب کے حوالے سے 'تعارف وتبصرہ' کالم کے تحت امام زیدؒ کا بہت ہی مختصر ذکر اور ان کے مذہب کا تعارف پڑھا۔ ساتھ ہی اس تعارف میں اپنے برادر ارشاد سید نفیس شاہ صاحب کا ذکر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کا ان سے تعلق ہے۔ شاہ صاحب گزشتہ آٹھ نو برس سے جب بھی کراچی تشریف لاتے ہیں تو اس ناچیز کے گھر بھی قدم رنجہ فرماتے ہیں، اور وہی ۱۹۹۹ میں مجھے اپنے ساتھ مرشدی حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری کے مزار لے گئے تھے۔ یہ جان کر حیرت ہوئی کہ آپ کو ایران جانے سے قبل امام زید اور ان کے مذہب کا علم نہ تھا۔ امام زید تو سیدنا حسینؓ سے کم مظلوم نہیں ہیں۔ شیعہ حضرات مخصوص اسباب کے تحت ان کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ ان کا بڑا ظلم ہے۔ ان کی تو لاش کو جلا کر ہشام اموی نے اس کی راکھ بکھروادی تھی اور سر کا کوفہ و دمشق میں گشت کرایا